کے درسیا ہے۔ ابن ابی عتیق کو عمر بن ابی ربیعہ کے اشعار بے حد پسند تھے دیگر شعرا پر اس کو ترجیح دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ عمر بن ابی ربیعہ کا شعر کہنا تو دل سے لگا ہوا ہے دل میں گھر کر جاتے ہیں۔ اور یہ خصوصیت دوسرے شعرا کے اندر موجود نہیں۔ آپ کا یہ مشہور قول بھی ہے کہ اشعار کے اندر [illegible] کا ابن ابی ربیعہ جتنا مرتکب ہوا اور کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ کتاب الاغانی [illegible] عمر بن ابی ربیعہ اور دوسرے شعرا کے اشعار کے متعلق نقد کے کافی نمونے ملتے ہیں جو [illegible] اعتبار سے (۲۶)

مختلف علاقوں کے شعراء خاص خاص موقعوں پر اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اس دور میں عراق کے سخن شناسوں کے درمیان یہ مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا تھا کہ جریر، اخطل اور فرزدق کے درمیان سب سے بڑا شاعر کون ہے اس مسئلے پر اس وقت کے صاحبان ذوق و ادب کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ خود شعراء بھی ایک دوسرے کے بارے میں اپنی رائے دیا کرتے تھے فرزدق سے منقول ہے کہ اس نے ذوالرمہ کے بارے میں کہا، اگر یہ اتار دیا۔ پھر گریہ کناں نہ ہوتا، اس کے اشعار میں دمن مشروع کی کثرت نہ ہوتی تو وہ اچھا شاعر ہو سکتا تھا، جریر، اخطل کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ بادشاہوں کی مدح و ستائش اچھی کرتا ہے۔ اہل عراق کے نقد کا غالب حصہ شعراء کے درمیان موازنہ اور مقابلہ پر مشتمل ہے۔ عراق کے خوارج کے درمیان جو نقد متداول تھا اس کے اندر دینی عنصر غالب تھا۔ خوارج کے افکار و خیالات جو منقول ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں شاعر اس کو سمجھتے تھے جو صداقت و راست گوئی کو اپنے کلام میں جگہ دے، ہجو گوئی و بیہودہ کلام سے اجتناب کرے۔ اس طرح خوارج نے اپنی تنقید کا دائرہ مذہبی و اخلاقی اصولوں تک محدود کرنے کی کوشش کی وہ الفاظ و ترکیب سے

غزلیں کہیں۔ یزید بن ولید کو شعر گوئی سے حد درجہ لگاؤ تھا۔ روایتوں میں ملتا ہے کہ جمعہ کا دن تھا اور وہ شعر و شاعری میں مست تھا لوگوں نے یاد دلایا کہ آج جمعہ کا دن ہے اور خطبہ دینا ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ میں آج خطبہ نظم میں پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ منبر پر کھڑا ہوا اور اس نے منظوم خطبہ دیا۔ (۳۲)

اسلامی عہد کے مقابلے میں اس دور کی معاشرتی، تہذیبی اور ادبی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا ہوا۔ ملکی فتوحات کی کثرت و دولت کی بہتات اور عجمیوں کے اختلاط سے تہذیبی و سماجی زندگی کا پورا نقشہ تبدیل ہو گیا۔ عجمی ممالک سے بڑے پیمانے پر حسین لونڈیوں کو خریدا گیا۔ ان لونڈیوں میں عمدہ گانے والیاں بھی تھیں جو مختلف شعراء کے کلام کو گا کر پڑھتی تھیں۔ چونکہ اموی حکومت خالص اسلامی بنیادوں پر قائم نہ ہو کر بہت حد تک نسلی و قبائلی بنیادوں پر قائم تھی۔ اس حکومت کے مخالفین کا پیدا ہونا فطری تھا کیونکہ اس زمانے میں اسلامی غیرت و حمیت اور اسلامی اصولوں کی حفاظت کرنے والی جماعت موجود تھی چنانچہ مذہبی بنیادوں پر شیعہ، خوارج، مرجیہ وغیرہ مختلف فرقے وجود میں آگئے چاروں فرقے الگ الگ اصول و نظریات کے حامل تھے۔ چونکہ اس زمانے میں اپنی دعوت کو پیش کرنے کا موثر ترین ذریعہ شاعری تھی۔ ہر مکتبۂ فکر سے شعراء کی ایک جماعت منسلک تھی۔ عوام کے درمیان وہی پارٹی زیادہ مقبول ہوتی جس کے پاس اچھے شعراء کی ایک جماعت ہوتی۔ ہر فرقے سے جڑے ہوئے شعراء کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ دوسروں سے آگے نکل جائیں، اس باہمی مناسبت سے جہاں شاعری کو ترقی ملی وہیں تنقیدی رجحانات کو بھی فروغ ملا۔ مختلف شعراء نے باہم ایک دوسرے پر تنقیدیں کیں۔ عمرو بن ربیعہ اور کثیر نے ایک دوسرے کے اشعار پر نقد کئے۔ اس دور میں ایسے سخن شناس حضرات بھی موجود تھے جو کسی مخصوص شاعر کے اشعار

سمجھا تے۔ ابن ابی عتیق کو عمرو بن ابی ربیعہ کے اشعار بے حد پسند تھے دیگر شعراء پر ان کو ترجیح دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ عمرو بن ابی ربیعہ کے اشعار کو دانتوں سے چبالو کیونکہ یہ دل میں گھر کر جاتے ہیں۔ اور یہ خصوصیت دوسرے شعراء کے اندر موجود نہیں۔ آپ کا یہ مشہور قول بھی ہے کہ اشعار کے اندر خدا کی نافرمانی کا ابن ابی ربیعہ جتنا مرتکب ہوا اور کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ کتاب الاغانی میں عمرو بن ابی ربیعہ اور دوسرے شعراء کے اشعار کے متعلق نقد کے کافی نمونے ملتے ہیں جو قابل اعتنا ہیں۔ (۳۲)

مختلف علاقوں کے شعراء خاص خاص موقعوں پر اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ اس دور میں عراق کے سخن شناسوں کے درمیان یہ مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا تھا کہ جریر، اخطل اور فرزدق کے درمیان سب سے بڑا شاعر کون ہے اس مسئلے پر اس وقت کے صاحبان ذوق وادب کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ خود شعراء بھی ایک دوسرے کے بارے میں اپنی رائے دیا کرتے تھے۔ فرزدق سے منقول ہے کہ اس نے ذوالرمہ کے بارے میں کہا "اگر یہ آثار دیار پر گریہ کناں نہ ہوتا، اس کے اشعار میں وصف مشروع کی کثرت نہ ہوتی تو وہ اچھا شاعر ہو سکتا تھا" جریر، اخطل کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ بادشاہوں کی مدح وستائش اچھی کرتا ہے۔ اہل عراق کے نقد کا غالب حصہ شعراء کے درمیان موازنہ اور مقابلہ پر مشتمل ہے۔ عراق کے خوارج کے درمیان جو نقد متداول تھا اس کے اندر دینی عنصر غالب تھا۔ خوارج کے افکار و خیالات جو منقول ہو کر ہم تک پہنچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں شاعر اس کو سمجھتے تھے جو صداقت وراست گوئی کو اپنے کلام میں جگہ دے، ہجو گوئی و ہزلیہ کلام سے اجتناب کرے۔ اس طرح خوارج نے اپنی تنقید کا دائرہ مذہبی و اخلاقی اصولوں تک محدود کرنے کی کوشش کی وہ الفاظ و ترکیب سے

زیادہ افکار و نظریات کی صداقت و صحت پر زور دیتے تھے۔

چونکہ اموی خلفاء کو شعر و شاعری سے ذاتی دلچسپی تھی، فطری طور پر ان کے اندر شاعرانہ ذوق موجود تھا، چنانچہ دربار دمشق میں بھی گاہے گاہے شعر و ادب کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ خلفاء اشعار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتے تھے۔ شعراء کے مدحیہ قصائد کے بارے میں بھی لوگ تبصرہ کیا کرتے تھے۔ ان کے درمیان افضل اور کمتر کی بحث ہوتی۔ اموی خلفاء میں عبدالملک بن مروان کو ادبی نقد کا ملکہ حاصل تھا۔ شعراء اس کے سامنے اپنے اشعار کو پیش کرتے تو وہ ان کے محاسن و باریکیوں پر غور و فکر کے بعد اپنی رائے دیا کرتا تھا۔ اسی طرح وہ اشعار کے اندر پائی جانے والی خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کرتا کہ قصیدے کا مطلع اچھا نہیں ہے یا مقطع مناسب حال نہیں ہے یا اس کے اندر ممدوح کے مقام و منزلت کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ چنانچہ ذوالرمہ نے اس کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا جس میں اپنی اونٹنی کی مدح ضرورت سے زیادہ کر دی تو عبدالملک نے کہا تم نے اپنی اونٹنی کی مدح کی ہے اسی سے صلہ بھی مانگو۔ سلول نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا جس کے اندر اس نے اپنی تعریف زیادہ کر دی یہ سن کر خلیفہ نے کہا، خدا کی قسم تم نے اپنی مدح کے علاوہ کچھ نہیں کیا ہے

(۳۴) اس طرح کی اور بھی روایتیں ملتی ہیں جس سے خلیفہ کے ذوق نقد کا پتہ چلتا ہے۔ یہ خود بھی راتوں کو اپنے محل میں شعراء اور قصہ گویوں کو جمع کر کے مقابلے کروایا کرتا تھا۔ ان لوگوں سے اپنی پسند کے بہترین اشعار سنتا۔ اس نے خود کسی موقع پر ایک مرتبہ معن ابن اوس کا شعر پڑھ کر سنایا اور اس کو تمام اشعار سے بہتر بتایا۔ عبدالملک کے سامنے نصیب کا شعر پڑھا گیا!

اھیم بدعد ما حییت فان امت   فیا ویح دعد من یہیم بہا بعدی

میں وعدہ کے لئے سرگرداں ہوں جب تک زندہ ہوں اگر میں مرگیا تو افسوس
میرے بعد کوئی اس کے لئے پریشان نہ ہوگا۔

اقیشر بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا واللہ شاعر نے بڑے غلط انداز
سے بات کہی۔ عبدالملک نے کہا اچھا بتاؤ اگر تم کو کہنا ہو تو کس انداز سے
کہتے اس نے کہا میں یوں کہتا۔

تحبکم نفس حیاتی فان امت ادکل بدعد من یہیم بہا بعدی

(میں زندگی میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر میں مرگیا تو وعدہ کو اس کے سپرد کر
جاؤنگا جو اس کے لئے پریشان ہو)

عبدالملک نے کہا واللہ تم نے تو اس سے بھی غلط کہا اقیشر بولا اگر امیر المؤ
کہتے تو کس طرح ادا کرتے۔ عبدالملک نے کہا میں اس طرح ادا کرتا۔

تحبکم نفس حیاتی فان امت فلا صلحت ھند لذی خلۃ بعدی

(جب تک میں زندہ ہوں تم کو چاہتا ہوں اگر میں مرجاؤں تو خدا کرے ہند کسی محبت
کرنے والے کے لئے سازگار نہ ثابت ہو)

(۳۵) حاضرین نے ایک زبان ہو کر امیر المؤمنین کی تعریف میں آواز بلند کی۔
مشہور شاعر راعی نے عبدالملک بن مروان کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا جس
کا ایک شعر یہ تھا۔

عرب نری اللہ فی اموالنا حق الزکاۃ منزلا تنزیلا

(ہم عرب ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کا حق زکوٰۃ ادا کرتے ہیں)

عبدالملک نے کہا یہ شعر نہیں ہے بلکہ اسلام کی تشریح اور قرآنی آیت کی تلاوت ہے

(۳۶) اسی طرح ایک بار جریر نے عبدالملک کے سامنے ایک شعر پڑھا جس میں لفظ
"بوزع" استعمال ہوا تھا خلیفہ نے کہا یہ شعر بڑا مکروہ ہے اس نے شعر کی

خوبصورتی کو ختم کر دیا ہے (۳۷) اس دور کے تنقیدی نظریات میں قبائلی عصبیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ اہل حجاز عمرو بن ابی ربیعہ کو سب سے بڑا شاعر مانتے تھے اسلئے کہ وہ حجازی تھا۔ بنو تغلب اخطل کو بڑا شاعر مانتے تھے کیونکہ وہ تغلبی تھا۔

مفکر ملت پیکر ایثار و خدمت درد مند قوم

مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی

(حیات اور کارنامے)

[illegible] اس دور کے مسلمانوں کے لئے سرمایۂ افتخار بھی ہیں اور قابل مطالعہ بھی۔ جو برہان نے "مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نمبر" کی صورت میں قوم و ملت کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ یہ نمبر چار حصوں اور تقریباً پچاس عنوانات پر مشتمل ہے۔ اس میں ہند اور پاکستان کے سرکردہ اہل قلم، علماء اور رہنماؤں نے حضرت کے افکار و نظریات، خدمات اور کارناموں پر روشنی ڈالی ہے جن میں حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی، مولانا حکیم محمد عرفان الحسینی، ڈاکٹر یوسف نجم الدین، قاضی اطہر مبارکپوری، قاضی زین العابدین، حکیم عبد القوی دریابادی، مولانا انظر شاہ، کرنل بشیر حسین زیدی، الحاج علاء الدین پاریکھ، پروفیسر طاہر محمود، الحاج احمد سعید ملیح آبادی کے گرانقدر مقالات کے علاوہ حضرت کے سفرنامے، ریڈیائی تقاریر، تاریخی اور اہم شخصیتوں کے نام خطوط، بعض تاریخی شخصیتوں کی اہم تحریریں شامل ہیں۔ قیمت رنگین کی جلد باسٹھ روپے 62/-

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی

طلاق اور عدت کے مسائل قرآن مجید کی روشنی میں

مولانا محمد شہاب الدین ندوی، جنرل سکریٹری فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۵

احکام میں اجمال اور اس کی حکمت

بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید ایک حد درجہ مختصر اور بلیغ ہے۔ جس میں تمدن و معاملات کے سارے اصول و احکام مذکور نہیں ہیں۔ بلکہ چند ضروری اور بنیادی نکات کا بیان موجود ہے، جو شریعت و قانون کے تصورات اور ربانی حکمت و فلسفے کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس سے قرآنی دفعات (CLAUSES) کی حیثیت ایک دستور اساسی کی جس کی تشریح و تفصیل حدیث رسولؐ میں کی گئی ہے۔ اور ان احکام و مسائل و توضیح فقہائے اسلام نے شریعت کے تفصیلی دلائل کے ساتھ باب ہے۔ اور اس طریقہ کار میں بہت بڑی حکمت و دانش مندی کا مظاہرہ یتا ہے جس کی وجہ سے اسلامی فقہ و قانون (ISLAMIC LAW) تمام قوانین و شرائع میں ممتاز نظر آتا ہے۔ کیونکہ عقلی و استدلالی حیثیت میں جس دقت نظر اور دقیقہ سنجی کا ثبوت دیا گیا ہے وہ انسانی عقل صیقل کرنے والی اور اس کی دانش مندی کو مہمیز لگانے والی ہے۔

اور اس سے زیادہ کا تصور حدِ بشریت سے باہر ہے۔

غرض قرآن حکیم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابدی آیات میں طلاق، خلع اور عدت کے سلسلے میں بعض بنیادی مسائل کی توضیح بطور مثال مذکور ہے، جن میں حد درجہ ابہام ہے۔ (اور یہی حال دیگر تمام احکام و مسائل کا بھی ہے) اور یہ تشریعی (قانونی) امور کی اکثر و بیشتر خصوصیات ہے۔ اور اس ابہام و اجمال میں حکمت یہ ہے کہ رسول اپنے قول و عمل کے ذریعہ ان کی تفسیر کرے۔ اس اعتبار سے قرآن کی حیثیت ایک دستوری متن کی سی ہے اور سنتِ رسولؐ کی حیثیت اس کی شرح و تفسیر کی سی۔ اور یہ دونوں چیزیں دین میں اساسی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی تعمیل ہر دور والوں کے لئے فرض و واجب ہے۔

نیز قرآنی احکام میں حد درجہ اجمال و ابہام کی ایک بہت بڑی حکمت و مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت تک ہر دور کی قانون سازی کے لئے صالح بنیاد کی حیثیت رکھنے والے ہوں اور ان کا اساسی مفہوم کسی بھی دور میں بدلنے نہ پائے، خواہ زمانہ قانونی و فقہی اعتبار سے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آیات و احکام انتہائی لچکدار نظر آتے ہیں اور ان سے ہر دور کے تقاضے کے مطابق نئے نئے مسئلوں کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ چیز قرآن مجید کی ابدیت اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل ناطق ہے۔ جو کسی انسانی کلام میں ہرگز نہیں پائی جا سکتی۔ اور یہ امتیازی خصوصیت آج دنیا کے موجودہ مذہبی صحیفوں میں سوائے قرآن مجید کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس اعتبار سے قرآن مجید دنیا کا سب سے زیادہ انوکھا اور ممتاز ترین صحیفہ ہے۔

قرآن سے جزئی مسائل کا استنباط

اس وقت طلاق اور عدت کے احکام و مسائل سے متعلق جو قرآنی آیات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں ان کے ملاحظہ سے دو واضح حقیقتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پہلی حقیقت یہ کہ ان آیات میں اجمال ہونے کے باوجود حیرت انگیز طور پر جامعیت نظر آتی ہے۔ یعنی طلاق اور عدت سے متعلق کوئی بھی اہم قانونی نکتہ قرآن کی نظر سے اوجھل ہونے نہیں پایا ہے جو یقیناً خدائی علم و حکمت کا مظہر ہے بلکہ ان مختصر آیات کے ذریعہ اس باب کا ایک پورا نقشہ ...دعا کہ متعدد قانونی نکتوں کے ساتھ سامنے آجاتا ہے جو اساسی اور بنیادی ...عیت کے ہیں۔ اور ان کی حیثیت کلیات کی سی ہے، جن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بے شمار جزئیات کا استنباط کیا جاسکتا ہے اور ان کی تفصیل میں دفتروں کے دفتر سیاہ کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس کی ایک واضح مثال ایک اندلسی عالم ابو عبداللہ محمد انصاری قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جو امام قرطبی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ان کی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" بیس جلدوں میں ہے جو احکام قرآن کے بارے میں بہت مشہور و مقبول ہے اور وہ زیادہ تر "تفسیر قرطبی" کے نام سے جانی جاتی ہے، جو فقہائے مفسرین کے اقوال، فقہی مکاتب فکر، اُن کے طرز استنباط اور اُن کے دلائل کو سمجھنے کے بارے میں ایک مستند اور بے نظیر چیز ہے چنانچہ زیر نظر کتاب میں قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں زیادہ تر استفادہ اسی سے کیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مستند کتب تفسیر سے بھی استفادہ کرتے ہوئے ان کے حوالے دئے گئے ہیں۔

اسلام عورت کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے۔

اور ان احکام و مسائل کے ملاحظہ سے دوسری سب سے بڑی حقیقت جو

واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں عورت کا مرتبہ بہت بلند ہے چنانچہ دنیا کے دیگر مذاہب کے غیر منصفانہ رویہ کے برعکس وہ اس کمزور اور مظلوم ہستی کی قدم قدم پر دستگیری اور اشک شوئی کرتا ہے۔ اور اس کے سماجی مرتبہ کو بلند کرتے ہوئے نہایت درجہ باوقار طور پر وہ تمام انسانی حقوق عطا کرتا ہے جن کو دیگر مذاہب نے پوری طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ اسلام نے اگرچہ مرد کی برتری کو فطری اعتبار سے ضرور تسلیم کیا ہے۔ مگر وہ اس کے باوجود عورت کے احترام اور اس کی عزت نفس میں کسی قسم کی کمی ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ جہاں جہاں بھی اس کے حقوق پامال ہونے کا خدشہ ہو وہاں پر وہ پوری فراخ دلی کے ساتھ عورت کے حقوق کی رعایت کرتا ہے۔

چنانچہ طلاق اور عدت ہی کے مسائل میں دیکھ لیجئے کہ طلاق کا اختیار عقلی و فطری اعتبار سے صرف مرد کو دینے کے باوجود عورت پر کسی قسم کے ظلم یا زیادتی کو روا نہیں رکھا۔ بلکہ خود اسے بھی خلع حاصل کرنے کا حق دیا ہے جب کہ مرد کی طرف سے ظلم و زیادتی ہو رہی ہو۔ نیز اس کے علاوہ عورت کو اور بھی بہت سی رعایتیں دی ہیں اور مردوں کو تاکید کی ہے کہ وہ مطلقہ عورتوں تک سے بہتر سلوک اور شرافت کا مظاہرہ کریں اور ان پر کسی قسم کی زیادتی نہ کریں بہرحال اسلام مردوں کو عورتوں کے ساتھ نرمی اور مروت کا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے اور انہیں دھتکارنے یا ان کے ساتھ سختی کرنے سے منع کرتا ہے

طلاق کی وجہ سے جب میاں بیوی کے تعلقات انتہائی کشیدہ رہتے ہیں تو ایسے موقعوں پر اسلام نے عورتوں کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ مردوں ہی کو حسن اخلاق اور شرافت کے ساتھ پیش آنے پر ابھارا ہے۔ اور قرآن میں جگہ جگہ خطاب بھی اس سلسلے میں مردوں ہی سے کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ

ہے کہ عورت اپنی فطری و جسمانی کمزوری کی بنا پر ہر حال میں قابل معافی ہے۔ وہ دھتکارے جانے کے لئے نہیں بلکہ پیار و محبت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگرچہ تصور عورت ہی کی طرف سے ہو تب بھی وہ رعایت کی مستحق ہے۔ کیونکہ وہ انسانی تمدن و معاشرت کا مرکز و محور ہے۔ مرد کا سکونِ قلب اسی کی بدولت ہے اور باغ انسانی کی زینت اُسی کے دم سے ہے۔ لہٰذا وہ ہر حال میں قابل معافی اور رعایتوں کی مستحق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام طلاق اور عدت کے مواقع پر جگہ جگہ اس کمزور ہستی کو رعایتوں پر رعایتیں دیتا نظر آتا ہے۔ اور اس پر کسی قسم کے ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم یا زیادتی کو روا نہیں رکھتا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کی ان تاکیدوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ... کا پورا پورا احترام کریں اور ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ اگرچہ موقع طلاق ہی کا کیوں نہ ہو۔ بلکہ ایسے موقعوں پر انھیں شرافت و اخلاق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ان کی مردانگی اور حسن اخلاق کے امتحان کا موقع ہے۔ بلکہ زیادہ مناسب تو یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر بھی مردوں کو فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عورتوں کو کچھ دے دلا کر اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔

۱۔ طلاق اور خُلع کے احکام و مسائل

اس تمہید کے بعد اب طلاق و خُلع اور عدت کے بارے میں قرآن مجید میں جو احکام و مسائل مذکور ہیں ان کی مستند کتب تفاسیر کی روشنی میں مختصر شرح و تفسیر کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآن مجید کے چھ (۶) مقامات کا انتخاب کیا گیا ہے، جن کو نمبر وار بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہر مسئلے کو ایک

یک الگ عنوان دیا گیا ہے۔ تاکہ یہ مسائل اچھی طرح عوام کے ذہن نشین ہوجائیں۔

(۱) الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان
ولا يحل لكم ان تاخذوا مما اتيتموهن شيئا الا ان يخافا الا
يقيما حدود الله فان خفتم ان لا يقيما حدود الله فلا جناح
عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلا تعتدوها و
من يتعد حدود الله فاولئك هم الظلمون ۝ فان طلقها
فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح
عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله وتلك حدود
الله يبينها لقوم يعلمون (۲۳۰) واذا طلقتم النساء فبلغن
اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف
ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم
نفسه ولا تتخذوا ايت الله هزوا واذكروا نعمت الله
وما انزل عليكم من الكتب والحكمة يعظكم به
... واعلموا ان الله بكل شيء عليم (۲۳۱)
... فلا تعضلوهن ان ينكحن
... اذا تراضوا بينهم ...
... من كان منكم يؤمن بالله ...
... ازكى ... والله يعلم وانتم ...

ترجمہ: طلاق دو بار ہے۔ پھر ...
روک رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت ...